تھے۔ مسلمان بھی اس سے مختلف نہیں۔ ہم جتنا بھی آگے بڑھیں اور دیکھیں، ہر پہلو سے اسی طرح کی مشابہت دیکھیں گے۔

یہ پورا بیان آخر میں ہمیں اس آخری فیصلے تک لاتا ہے:

جو اس قرآن کی اسی طرح تلاوت نہیں کرتے، جیسا کہ تلاوت کرنے کا حق ہے، درحقیقت وہ اس کا انکار کرتے ہیں، یہی لوگ اصل میں نقصان اٹھانے والے ہیں۔ (آیت:۱۲۱)

حصہ سوم:

مسلم اُمت کو پیغمبرانہ مشن سونپنا (آیات ۱۲۴ تا ۱۵۲)

مسلمانوں کو فریضہ رسالت سپرد کرنے سے پہلے (آیت ۱۴۳) حضرت ابراہیمؑ کی مقدس تاریخ اور اللہ کی مکمل اور خالص اطاعت میں گزاری ہوئی ان کی خدا پرستانہ زندگی کا بیان کیا گیا (آیات: ۱۲۴ تا ۱۳۳)۔ حضرت ابراہیمؑ کو کعبۃ اللہ کا متولی اور انسانیت کا امام اس لیے مقرر کیا گیا کہ انھیں جس آزمایش سے بھی گزارا گیا، وہ اس سے سرخ رُو نکلے۔ ان کو یہ اعزاز وراثت میں نہیں ملے اور نہ کسی کو ملیں گے۔ (آیات: ۱۲۴، ۱۲۵)

نئی اُمت، حضرت ابراہیمؑ کی اس دعا کی تکمیل ہے جو آپ نے بیت اللہ کی تعمیر کرتے ہوئے کی تھی: اے اللہ! ہماری نسل سے ایک ایسی قوم اٹھا جو تیری اطاعت گزار (اُمت مسلمہ) ہو (آیت: ۱۲۸)۔ مسلمان حضرت ابراہیمؑ کے ورثے اور مشن کے بھی وارث ہیں، جو توحید اور خدا پرستی کی بہترین روایات کا نمونہ ہے۔ یہ بات زور دے کر کہی گئی ہے کہ حضرت ابراہیمؑ سے جو وعدہ کیا گیا تھا وہ کوئی ایسا لقب نہیں تھا جو نسل در نسل ورثے میں منتقل ہوتا۔ اسرائیل نے اس ورثے پر اپنے حق کو ساقط کر دیا، اس لیے کہ انھوں نے حضرت ابراہیمؑ

کے برخلاف اللہ سے بے وفائی کی، انھیں حضرت یعقوبؑ نے جو مشن اپنے بستر مرگ پر سونپا تھا، وہ اسے پورا کرنے میں ناکام رہے۔ (آیت: ۱۳۳)

اس اصول پر بہت زور دیا گیا ہے کہ مذہبی لیبل کسی مصرف کے نہ ہوں گے۔ اصل قدر و قیمت ایمان، اللہ کے آگے اپنے کو ڈال دینے اور صرف اسی سے پُرخلوص وابستگی کی ہوگی۔ ہر قوم کو اس کے ایمان اور اعمال کے مطابق جانچا جائے گا۔ یہ پورا بیان اس ذمہ داری کو بنی اسرائیل سے لے کر اُمت مُسلمہ کو منتقل کرنے کے سیاق کو واضح کرتا ہے۔

نماز کی سمت یعنی قبلے کی بیت المقدس سے کعبے کی طرف منتقلی (آیات ۱۴۲-۱۵۰) فریضہ رسالت کی اُمت مُسلمہ کی طرف منتقلی کی علامت ہے۔ جس طرح بنی اسرائیل کو اللہ کی ہدایت اور کتاب کی نعمت کو اللہ کے خاص عطیے کے طور پر یاد دلایا گیا تھا، اسی طرح اختتام پر مسلمانوں کو بھی یاد دلایا گیا ہے:

تم مجھے یاد رکھو، میں تمھیں یاد رکھوں گا۔ اور میرا شکر ادا کرو، کفرانِ نعمت نہ کرنا۔ (آیت:۱۵۲)

دیکھیے، بنی اسرائیل کو اسی طرح کی دعوت دی گئی تھی۔

حصہ چہارم:

کلیدی انفرادی خصائص اور دین و شریعت کے بنیادی اصول (آیات ۱۵۳ تا ۱۷۷)

۱۵۳ سے ۱۶۲ تک آیات ان کلیدی انفرادی صفات کی نشان دہی کرتی ہیں جو عہد پورا کرنے کے لیے مطلوب ہیں۔ یہ صرف اس مفہوم میں انفرادی ہیں کہ یہ ایک فرد کے باطنی وجود میں پیدا کی جاسکتی ہیں، لیکن عملاً یہ سب اجتماعی شکل اختیار کرلیتی ہیں اور مؤثر انداز سے اجتماعیت پیدا کرتی ہیں۔ مثال کے طور پر نماز، جماعت کے ساتھ ہے۔ اسی طرح روزہ، حج اور جہاد۔

سب سے اہم صفت یہ ہے کہ آپ کو ہر وقت اللہ تعالیٰ کا شعور رہے' گویا آپ اس کے حاضر و ناظر ہوتے ہوئے زندگی گزارتے ہیں' آپ کو ہر چیز ایسے نظر آتی ہے جیسے اس کی طرف سے ہے اور اس کی وجہ سے ہے۔ آپ کو ہمیشہ یاد رہتا ہے کہ آپ فیصلے کے دن اس سے ملاقات کریں گے۔ مختصر یہ کہ آپ ہر لمحے اور ہر موقعے پر جتنی کثرت سے اور جتنا زیادہ اسے یاد کر سکتے ہیں' کرتے رہیں۔ یہ بات آیت ۱۵۲ میں وضاحت سے بیان کر دی گئی ہے۔ یہ کیفیت حاصل کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کے ذکر کو زندگی کا حصہ بنا لینا چاہیے۔ نماز اسی مقصد کے لیے فرض کی گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آیت ۱۵۲ کے بعد فوراً ہی یہ ہدایت دی گئی کہ صبر اور نماز سے مدد لو (آیت ۱۵۳)۔

صبر کا ذکر پہلے کیا گیا ہے۔ یہ اس لیے کہ نماز' انفرادی ہو یا اجتماعی' صبر کے بغیر نہ ادا کی جا سکتی ہے نہ قائم کی جا سکتی ہے۔ یہ نماز ہی ہے جو عزم' استقلال اور تحمل یعنی صبر کی صفت کو پیدا کرتی ہے' ترقی دیتی ہے' تقویت دیتی ہے اور برقرار رکھتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ دونوں ایک منطقی عمل میں باہم مربوط ہیں۔ دونوں فرد کو اور جماعت کو اللہ سے قریب تر لاتے ہیں۔ نماز فرد اور جماعت دونوں ہی کی زندگی اور دلوں کو اللہ کے ذکر سے بھر دیتی ہے۔ اللہ ان لوگوں سے قریب ہے جو صبر کی صفت رکھتے ہیں جیسا کہ آیت ۱۵۳ میں وعدہ کیا گیا ہے:

اللہ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو صبر کرتے ہیں۔

دیکھیے کہ ایسی ہی ہدایت بنی اسرائیل کو دی گئی تھی۔ (آیت: ۴۶)

صبر کی اہمیت اس حقیقت کا اظہار ہے کہ عہد پورا کرنے کے لیے قربانیاں مطلوب ہوں گی۔ ان قربانیوں کی کچھ تفصیل دی گئی ہے (آیت: ۱۵۵)۔ آخری قربانی جو مطلوب ہے وہ جان کی قربانی ہے۔

آزمائشوں اور قربانیوں کے موقع پر ثابت قدم رہنے کے لیے صبر کی کلید اللہ کا ذکر ہے: یہ ایمان رکھنا کہ ہم پورے کے پورے اسی سے وابستہ ہیں' اسی کی طرف پلٹ کر جائیں

گے اور اُسی کو اپنے اعمال کا حساب دیں گے۔ نماز یہی احساسات پیدا کرتی اور پرورش کرتی ہے۔

صفا اور مروہ کے بارے میں آیت ۱۵۸ غیر متعلق نہیں ہے' اگرچہ بظاہر ایسا محسوس ضرور ہوتا ہے۔ دراصل اسے یہاں اس لیے رکھا گیا ہے کہ کعبہ کے قریب یہ دو پہاڑیاں صفا اور مروہ' صبر' اُمید اور اللہ تعالیٰ پر اعتماد کی ایک عظیم اور جذبہ انگیز داستان کی علامت ہیں۔ یہ ایک بڑی قربانی کی کہانی بھی ہے یعنی حضرت ہاجرہ اور اسماعیل کی کہانی۔ جب کوئی ایک پہاڑی سے دوسری پہاڑی کی طرف چلتا ہے تو اسے یاد آتا ہے کہ کس طرح ایک تن تنہا عورت نے ایک شیرخوار بچے کے ساتھ مکہ میں رہنا منظور کیا' کس طرح اس نے اُمید اور اعتماد کے ساتھ کوشش کی اور کس طرح اللہ نے ایک ایسی وادی میں پانی کا چشمہ جاری کر دیا جہاں پانی کا نام و نشان نہ تھا۔

آخر میں قرآن کے ساتھ عہد توڑنے کے سنگین نتائج بتائے گئے ہیں: اللہ کی طرف سے' اس کے فرشتوں کی طرف سے اور تمام انسانوں کی طرف سے لعنت' اور آخرت میں دائمی عذاب (آیت: ۱۵۹-۱۶۲)۔ یہ کھری کھری تنبیہ پوری بات کو اپنے سیاق میں واضح کر دیتی ہے۔ اُمت کو جو مشن سونپا گیا ہے اس کو پورا کرنے کے لیے اللہ کا ذکر' نماز' قربانی اور صبر سب ضروری ہیں۔ ہر شخص کو یہ مشن پورا کرنے کی اپنی پوری کوشش کرنی چاہیے۔ (آیت ۱۶۳ سے ۱۷۷)

آیات ۱۶۳ تا ۱۷۷ میں دین اور شریعت کی اہم بنیادوں کا بیان ہے یعنی اللہ وحدہ لاشریک پر ایمان' یعنی توحید۔ اس کے ساتھ ہی کائنات میں اس کی نشانیاں جو یہ ایمان پیدا کرتی اور اسے مضبوط کرتی ہیں (آیات ۱۶۳-۱۶۴)۔ اللہ تعالیٰ سے مضبوطی سے جڑے رہنا دین کی اور صراط مستقیم پر رہنمائی کی (آل عمران ۳:۱۰۱)' جہاد کی کلیدی طاقت کی (الحج ۲۲:۷۸) اور اس حق کی جس کی گواہی دینا ہے' اصل اور بنیاد ہے۔

توحید کے فوراً بعد قرآن' اللہ سے محبت کا ذکر کرتا ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ تم اللہ سے

اس سے زیادہ محبت کرو جتنا کسی بھی دوسری چیز سے کرتے ہو۔ اس طرح قرآن ذکر اور صبر کے بعد اللہ سے محبت کو سب سے اہم صفت کے طور پر بیان کرتا ہے اس لیے کہ ایسی محبت ہی ایمان کو حقیقی اور بامعنی بناتی ہے (آیت: ۱۶۵)۔ محبت ہی ایمان کو شخصیت کا حصہ بناتی ہے اور اللہ کی مرضی کے مطابق زندگی گزارنے کے لیے طاقت فراہم کرتی ہے۔

ایمان کا تقاضا ہے کہ تمام دوسرے رہنماؤں کی بجائے اللہ کے رسولؐ کی پیروی اور اطاعت کی جائے (آیت: ۱۶۶-۱۶۷)۔ محبت بھی یہی تقاضا کرتی ہے کہ "محبوب" کے احکام کو بجالایا جائے۔

اس کے بعد شریعت کے کچھ اہم اصول بیان کیے گئے ہیں۔ اوّل: دنیا کی تمام اچھی چیزیں مباح ہیں سوائے ان کے جو منع کی گئی ہیں (آیت: ۱۶۸)۔ یہ بنیادی طور پر اہم اصول صرف کھانے پینے کے بارے میں نہیں ہے بلکہ زندگی کے تمام دائروں کی تمام باتوں کے لیے ہے۔ دوم: اشیا کو ممنوع قرار دینے کا اختیار صرف اللہ کے پاس ہے' کسی اور کے پاس نہیں ہے (آیت: ۱۶۹)۔ سوم: جو چیزیں ممنوع ہیں انھیں اللہ نے بیان کر دیا ہے' باقی سب جائز ہیں (آیت ۱۷۳)۔ چہارم: سنگین انسانی ضرورت کے موقع پر ممنوعات میں گنجایش دی جاسکتی ہے (آیت: ۱۷۳)۔ پنجم: اخلاقی پابندیاں زیادہ اہم ہیں۔ اگر وہ دوسرے انسانوں کے حقوق سے متعلق ہیں تو ان میں رعایت نہیں۔ مثال کے طور پر عہد توڑنے کا جرم کوئی حرام چیز کے کھانے کے مقابلے میں زیادہ بڑا گناہ ہے۔ (آیت ۱۷۴)

بہرحال زندگی میں ہر طرح کی اطاعت کی بنیاد تقویٰ ہی ہے۔ آیت ۱۷۷ تقویٰ کی جامع تعریف بیان کرتی ہے۔ یہ آیت ۲ تا ۵ کی توسیع ہے اور آنے والے حصے کی تمہید ہے اس لیے تقویٰ' جیسا کہ یہاں تعریف کی گئی ہے' جو کچھ آگے بیان کیا جا رہا ہے اس کی بنیاد اور محرک ہے۔ یہاں ایمان اور انفاق یعنی خرچ کرنے کی مزید تفصیل دی گئی ہے۔ وعدوں اور معاہدوں کی پابندی اور ہر طرح کے حالات میں صبر بنیادی صفات ہیں۔

حصہ پنجم:

اجتماعی زندگی: اصول اور ادارے (آیات ۱۷۸ تا ۲۴۲)

اجتماعی زندگی دو وجوہ سے بنیادی اہمیت رکھتی ہے' اوّل: انفرادی صفات کی مضبوطی اور نمو کے لیے مناسب زمین اور ماحول فراہم کرنے کے لیے۔ دوم: اُمّہ کے مشن کو پورا کرنے کے لیے اجتماعی طاقت فراہم کرنے کے لیے۔ قلوب کی طرح' اجتماعی زندگی بھی تقویٰ کے سانچے میں ڈھلی ہونا چاہیے۔ اس لیے اس حصے میں قرآن ان قوانین اصول اور تعلیمات کو بیان کرتا ہے جن سے تقویٰ کو نشوونما ملتی ہے۔

معاشرے میں نظم و ضبط اور ہم آہنگی کے لیے جان و مال کا تحفظ جڑواں بنیادیں ہیں۔ آیات ۱۷۸ سے ۱۸۲ تک انھیں بیان کیا گیا ہے۔ ان کے فوراً بعد رمضان میں روزوں کے احکام دیے گئے ہیں تا کہ تقویٰ یا ذاتی ضبطِ نفس حاصل ہو اور اللہ نے 'دوسروں' کے ساتھ انسانی تعلقات کی جو حدود مقرر کی ہیں' ان سے آگے بڑھنے' یا ان کو توڑنے سے آدمی اپنے آپ کو روکے (آیات: ۱۸۳-۱۸۷)۔ کھانے پینے اور ازدواجی تعلقات سے بچنا مقصد نہیں ہے' مقصد وہ باطنی قوت پیدا کرنا ہے جو انسان کو اس قابل بنائے کہ وہ دوسروں کی جان' مال یا آبرو پر ہاتھ نہ ڈالے۔ اسی لیے حکم ہے: ایک دوسرے کے مال باطل طریقوں سے نہ کھاؤ۔ (آیت: ۱۸۸)

حج کو جہاد سے جوڑا گیا ہے (آیات: ۱۹۶-۲۱۸)۔ دونوں کی نوعیت ایک ہے۔ دونوں تقاضا کرتے ہیں کہ ہم قربانیاں دیں' اپنے گھر' اعزہ اور دنیاوی چیزوں کو چھوڑیں' منزل تک پہنچنے کے لیے سفر کریں اور اپنا مال و دولت خرچ کریں۔ جہاد پر خرچ کرنے پر زور دیا گیا ہے۔ معاشرے کی زندگی' توانائی اور بقا کے لیے اور اپنے مشن کی تکمیل کے لیے جہاد کی کلیدی حیثیت ہے۔ اس لیے معاشرے کو تباہی اور زوال سے محفوظ رکھنے کے لیے جہاد پر

خرچ کرنا ضروری ہے (آیت:۱۹۵)۔ یہاں لڑنے کی صرف اجازت دی گئی ہے جب کہ جہاد کا مقصد آیات ۱۹۰ تا ۱۹۲ میں بیان کیا گیا ہے۔ اس کے بعد بیان حج کی طرف مڑ جاتا ہے اور اس کے نمایاں پہلوؤں کے بارے میں اہم ہدایات دی جاتی ہیں۔ (آیات:۱۹۶-۲۰۳)

اس کے بعد جہاد کا مقصد زیادہ تفصیل سے بیان کیا جاتا ہے۔ یہ انسانیت کو ان بدعنوان رہنماؤں سے بچانے کے لیے ضروری ہے جنھیں سیاسی طاقت حاصل ہے' جو ہٹ دھرم ہیں اور اپنی اصلاح کرنے سے انکار کرتے ہیں۔ زمین میں فساد' بدعنوانی اور قتل و غارت پھیلاتے ہیں اور عوام کو پریشانی میں مبتلا کرتے ہیں۔ (آیات:۲۰۴-۲۰۶)

جہاد کی ضرورت اور نوعیت اور اس کے تقاضے بیان کیے جاتے ہیں۔ جہاد کا تقاضا ہے کہ ہم اپنے آپ کو کُل کا کُل اللہ کے آگے پیش کر دیں (آیات:۲۰۷-۲۰۸)۔ جہاد بڑی سختی سے ہماری جانچ کرے گا اور غیر معمولی قربانیوں کا تقاضا کرے گا۔ قربانیاں دیے بغیر' جیسی کہ اس سے پہلے مسلم اُمتوں نے دیں' ہم ہرگز جنت میں داخل نہیں ہو سکیں گے۔ (آیت ۲۱۴)

خون بہانا یقیناً ناپسندیدہ ہے' لیکن عقیدے اور ضمیر کے لیے جبر اس سے زیادہ بڑی برائی ہے (آیات ۱۹۳ تا ۲۱۷)۔ اس کے بعد اس سورت میں شراب اور جوئے کا ذکر ہے (آیت:۲۱۹)۔ شراب نوشی سے دنیاوی ذمہ داریوں اور محنت سے فرار کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔ جوا لالچ اور بغیر محنت مال حاصل کرنے کی خواہش بڑھاتا ہے۔ دونوں بذات خود برائی ہیں' لیکن انھیں یہاں اس لیے بیان کیا گیا کہ یہ جہاد کے راستے کی رکاوٹ ہیں۔

اس کے بعد کلام کا رخ معاشرے کے مظلوم طبقات' بچوں اور خواتین کی طرف مڑ جاتا ہے۔ عائلی زندگی کے بارے میں تعلیمات اور ضابطے بہت تفصیل سے دیے گئے ہیں (آیات ۲۲۰ تا ۲۴۲)۔ اس لیے کہ یہ معاشرے اور تمدن کی بنیادی اساس ہیں۔ خاندان اجتماعی یک جہتی برقرار رکھتا ہے اور یہ یقینی بناتا ہے کہ مقاصد' اقدار اور روایات ایک نسل سے دوسری نسل میں منتقل ہوں۔ ایک مضبوطی سے جڑی ہوئی منصفانہ عائلی زندگی معاشرے کو

جہاد کے لیے تیاری نہیں کرتی جہاد کے مقصد کو بھی پورا کرتی ہے جو ہے: افراد کے درمیان انصاف کا قیام۔

حصہ نہم:

مشن کی تکمیل کے ذرائع: جہاد اور انفاق (آیات ۲۴۳ تا ۲۸۳)

قوموں اور معاشروں کو کیا چیز زندہ' مضبوط اور کامیاب بناتی ہے؟ آخری اہم حصہ اس اہم سوال کے بارے میں تفصیل سے بحث کرتا ہے۔ یہ سوال سورت کے مرکزی موضوع یعنی اُمت کے مشن کے حوالے سے نہایت اہم ہے۔ آغاز میں' عمومی اصولوں پر بحث کی گئی ہے۔ اوّل' اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ کسی مقصد اور مشن کا ہونا ہی جہاد کی زندگی کا تقاضا کرتا ہے۔ مقصد اور مشن کے لیے جدوجہد اور سرگرم کوشش جہاد ہے۔ جہاد کا تقاضا ہے کہ قربانیاں دی جائیں۔ خاص طور پر مال اور جان اللہ کے راستے میں دیے جائیں۔ یوں جہاد اور انفاق اُمت کے عروج و زوال اور زندگی اور موت میں کلیدی اور فیصلہ کن کردار ادا کرتے ہیں۔ دونوں کا تقاضا ہے کہ لوگ موت سے بے خوف ہو جائیں۔ حوصلے' صبر اور نظم و ضبط سے کام لیں اور دنیوی چیزوں خاص طور پر مال کی محبت پر قابو پائیں۔ ان موضوعات کو آیات ۲۴۳ سے ۲۸۳ تک مسحور کن تصورات اور جذبہ انگیز کلام کے ذریعے سامنے لایا گیا ہے۔

موت کا خوف اور اس دنیا کی چیزوں کی بہت زیادہ محبت کسی معاشرے کی توانائی کو چوس لیتی ہیں اور تباہ کر دیتی ہیں۔ اگر لوگ موت سے ڈرتے ہیں تو موت ہی ان کے معاشرے کا مقدر ہو جاتی ہے۔ جو موت سے نہیں ڈرتے' زندگی ان کی تقدیر بن جاتی ہے۔ اسی بات کو آیت ۲۴۳ میں بنی اسرائیل کی تاریخ کے حوالے سے واضح کیا گیا ہے۔ قرآن پکارتا ہے: اللہ کی راہ میں جہاد کرو اور جو کچھ دے سکتے ہو' دو۔ اللہ تعالیٰ تمھارے انفاق کو اپنے

لیے قرض تصور کرے گا اور کئی گنا بڑھا کر واپس کرے گا۔ (آیات ۲۴۴-۲۴۵)

تین واقعات کی مثالوں سے بتایا گیا ہے کہ زوال اور بے حسی میں مبتلا معاشرے بھی زندہ ہو سکتے ہیں اور زندہ رکھے جا سکتے ہیں:

۱- داؤد اور جالوت کا واقعہ (آیات ۲۴۶-۲۵۱) ۲- ایک مردہ بستی کا دوبارہ جی اٹھنا (آیت ۲۵۹) ۳- اس بارے میں حضرت ابراہیمؑ کی پریشانی کے جواب کا واقعہ۔ (آیت: ۲۶۰)

صبر اور نظم وضبط کے ساتھ (روزے اور جہاد کا جو ذکر پہلے آیا ہے اسے بھی سامنے رکھیے) وہ لوگ جو تعداد میں کم ہوں، اور وسائل اور طاقت بھی کم رکھتے ہوں بہت زیادہ طاقت اور وسائل رکھنے والوں پر فتح حاصل کر سکتے ہیں جس طرح بنی اسرائیل طالوت کی قیادت میں جالوت کے خلاف کامیاب ہوئے۔ (آیات ۲۴۶-۲۵۳)

انفاق یعنی اپنے اموال، اشیا یا جس چیز کی بھی ضرورت ہو، اللہ کے لیے دے دینے کے مختلف پہلو آیت ۲۶۱ سے ۲۷۴ تک کے طویل حصے میں بیان کیے گئے ہیں۔ سود کی ممانعت اور مالی معاملات کو تنازعات سے بچانے کے لیے اقدامات مال ودولت کے بارے میں عمومی رویے سے متعلق ہیں۔ (آیات ۲۷۴-۲۸۳)

ان کے درمیان آیت الکرسی رکھی گئی ہے جیسے جواہر اور موتیوں کے ہار کے وسط میں نمایاں نگینہ۔ اس آیت میں وہ سب کچھ ہے جس کی اللہ پر ایمان کی مضبوطی کے لیے ضرورت ہے اور جو پھر جہاد اور انفاق دونوں کو طاقت بخشتی ہے۔ آپ کو نہ اپنے دشمنوں کی طاقت اور دولت سے خوف کھانے کی ضرورت ہے اور نہ زندگی کھونے یا غریب ہونے سے ڈرنے کی، اس لیے کہ اللہ حی وقیوم ہے، ہمیشہ رہنے والا ہے، ہر زندگی کا سرچشمہ ہے، خود قائم ہے اور سب کو قائم رکھنے والا ہے۔ اس کا علم اور طاقت زمین اور آسمانوں میں جو کچھ ہے اس پر محیط ہے۔

حصہ ہفتم:

آخری بات: اخلاقی وروحانی سرچشمے (آیات ۲۸۴ تا ۲۸۶)

وہ کون سے اوصاف ہیں جو افراد اور گروہوں کو وہ ضروری قوت فراہم کرتے ہیں کہ وہ اللہ کی مرضی کے مطابق زندگی کا بوجھ ہنسی خوشی اٹھائیں اور جو مشن اللہ نے ان کے سپرد کیا ہے اسے پورا کریں۔

آخری تین آیات ان کو اختصار سے بیان کرتی ہیں۔ یہاں وہ ضروری اخلاقی اور روحانی سرچشمے بتا دیے گئے ہیں جن کے بغیر یہ عظیم کام مکمل نہیں کیا جا سکتا۔ یہی سرچشمے ہمیں اس قابل بناتے ہیں کہ سورۃ البقرہ کی تعلیمات کے مطابق زندگی گزارنے کے لیے جس باطنی قوت، وابستگی، عزم، حوصلہ اور صبر کی ضرورت ہے وہ ہمارے اندر پیدا ہوں۔

سب سے اہم صفت اور دوسری تمام صفتوں کا سرچشمہ ایمان ہے۔ ایمان محض زبانی اقرار نہیں ہے، یہ اللہ کو زندگی کی تمام وفاداریوں، تمام امیدوں اور اندیشوں کا مرکز بنانا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے خالق، مالک اور آقا ہونے کی حیثیت سے گہرا مضبوط اور ہمہ جہت تعلق رکھا جائے۔ اس تعلق کو مضبوط رکھنے سے وہ طاقت اور ذرائع فراہم ہوتے ہیں جو صراط مستقیم پر چلنے کے لیے (آل عمران ۳:۱۱۰) نیز اس کی راہ میں جہاد کے لیے (الحج ۲۲:۷۸) ضروری ہیں۔

ان تین مختصر آیات میں ہمیں اس تعلق کے بارے میں بتایا گیا ہے۔ یہ بہت خوب صورت اور جذبہ اُبھارنے والی ہیں۔ ان کو یاد کرنا اور لوح قلب پر کندہ کرنا آسان ہے۔ آیئے، دیکھیں کہ یہ ہمیں کیا تعلیم دیتی ہیں۔

اوّل: یہ کہا گیا ہے کہ یہ بات یاد رکھو کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اللہ کا ہے۔ یہ چند الفاظ اگر پوری طرح جذب کر لیے جائیں تو یہ کائنات کی ہر چیز، حتیٰ کہ خود

ہماری ذات' کے ساتھ بھی ہمارے تعلقات رویوں اور نقطۂ نظر کو بالکل تبدیل کر دیتے ہیں۔

ہمیں اپنے اندر جس باطنی قوت کی ضرورت ہے اسے پیدا کرنے اور برقرار رکھنے کے لیے یہ کافی ہیں۔ اس میں یہ مطالب پوشیدہ ہیں۔

۱۔ ہم امین ہیں' مالک نہیں۔ اللہ ہر چیز کا مالک ہے۔ ہماری جانیں' ہمارے جسم' ہماری املاک اور تعلقات اس کے ہیں' ہمارے نہیں۔ یہ ذہن میں رکھیں تو ہمیں وہ طاقت مل جاتی ہے کہ ہم اس کے ہو جائیں اور ایسی زندگی گزاریں اور رویے اختیار کریں جیسے کہ ہم صرف اسی کے ہیں۔

۲۔ مالک نہ ہونے اور امین ہونے کی حیثیت سے ہمیں ہر چیز اس کی مرضی کے مطابق استعمال کرنا چاہیے۔ اس سے ہمیں ہر معاملے میں اس کی اطاعت کی طاقت فراہم ہوتی ہے۔

۳۔ ہمیں زندگی میں جو کچھ ملتا ہے یا جو کچھ ہم کر پاتے ہیں' اس کی طرف سے ہے' اس کی وجہ سے ہے۔ یہ احساس ہو تو ہم ہمیشہ اس کے شکر گزار رہتے ہیں۔

۴۔ یہ ہم کو تمام مخالفتوں اور آزمائشوں کا سامنا کرنے کے لیے صبر دیتا ہے۔

۵۔ تمام اشیا اور معاملات کے امین ہونے کی حیثیت سے یقیناً ہم سے ہمارے اچھے اور بُرے اعمال کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ ہم اپنے دل کے عمیق ترین گوشے میں جو کچھ چھپائیں ہمیں اس کا بھی جواب دینا ہے۔ یہ احساس ہو تو ہماری نگاہیں ہمیشہ یومِ آخرت پر ہوتی ہیں اور ہم اس وقت کے لیے تیاری کرتے ہیں جب ہم اللہ کے سامنے کھڑے ہوں گے۔

۶۔ صرف وہی' کوئی اور نہیں' ہماری غلطیوں اور گناہوں کو معاف کرنے یا ان پر سزا دینے کی طاقت رکھتا ہے۔ یہ احساس ہمیں اپنے جیسے انسانوں کے فیصلوں سے بے خوف کر دیتا ہے۔

۷۔ ہماری آخری تقدیر کا فیصلہ اسی کے فیصلے سے ہونا ہے' اس لیے ہم اپنی تمام اُمیدیں اور خوف اللہ کے ساتھ وابستہ کر لیتے ہیں اور جب ہم کسی امتحان میں ناکام ہوتے ہیں یا کسی گناہ کا ارتکاب کرتے ہیں تو اسی کی طرف مغفرت کے لیے رجوع کرتے ہیں۔

یہ تمام باتیں آپ کو ان تین آیات میں ملیں گی:

دوم: ایمان کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ جو کچھ وحی کیا گیا ہے اس پر' اللہ پر' اس کے فرشتوں پر' اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان۔

سوم: ایمان کو ٹھوس شکل دے دی گئی ہے۔ اب یہ ایک مابعد الطبیعیاتی معاملہ نہیں ہے۔ ایمان کا مطلب ایک عہد اور وعدہ ہے اللہ اور رسولؐ کی سننے اور اُن کی اطاعت کرنے کا۔

چہارم: اپنے عہد کے مطابق زندگی گزارنے کے عظیم کام کی ذمہ داری اور دوسری طرف گناہ کی جانب انسان کے رجحان کی وجہ سے ہمیں یہ سکھایا گیا ہے کہ اپنی ہر طرح کی غلطیوں اور کوتاہیوں کے لیے خاص طور پر' اور عموماً بھی' اللہ کی طرف پلٹتے رہیں اور اس سے بخشش مانگتے رہیں۔ اس سے ہمارے بوجھ ہلکے ہو جاتے ہیں اور ہم ذاتی اصلاح' ذاتی جائزے اور چوکنے رہنے کی کیفیت میں رہتے ہیں۔

تسلی' سکون اور حمایت و تائید کے مزید خزانے ہم کو آخری آیت (۲۸۶) میں دیے گئے ہیں:

۱۔ نہایت اہم بیان' جو ایک وعدہ بھی ہے' کہ شریعت کی پیروی کرنے میں جہاد کی کوشش میں یا قربانیاں دینے میں اللہ تعالیٰ ہم پر کوئی ایسا بوجھ نہیں ڈالے گا یا ہمیں ایسی آزمائش میں مبتلا نہیں کرے گا جو ہماری برداشت سے باہر ہو۔ اس طرح ہم ان تمام وسوسوں سے بَری ہو جاتے ہیں جو ہمارے دل کی گہرائیوں میں گزرتے ہیں' جب تک ہم خود ہی اپنے ارادے سے ان کو پیدا نہ کریں۔

۲- جو کچھ ہم ایک فرد کی حیثیت سے کریں گے اس پر، نہ کہ دوسروں کے کسی کام پر، ہمارا حساب اور فیصلہ ہوگا۔

۳- شریعت کے احکام، یا جن آزمائشوں سے ہمارا امتحان لیا جائے گا ایسی نہیں ہوں گی جن پر عمل کرنا ہماری طاقت سے باہر ہو۔

۴- ہمیں تعلیم دی گئی ہے کہ ہم اللہ کی ہدایت کے مطابق زندگی گزارنے کے لیے جو کچھ کریں ہمیشہ اس پر معافی، رحم اور بخشش کی درخواست کیا کریں۔ اللہ پر یہ بھروسا ذہن سے یہ خیال نکال دیتا ہے کہ ہم خود اپنے برتے پر کچھ کر سکتے ہیں۔

آخری بات یہ کہ ہمیں تعلیم دی گئی ہے کہ فتح کے لیے ہاتھ پھیلائیں۔ اس سے امت کو جو مشن سپرد کیا گیا ہے اُس میں جہاد کی مرکزیت کی طرف اشارہ ملتا ہے۔

یہ تمام تعلیمات ایک مختصر دعا کی شکل میں دی گئی ہیں۔ اللہ ہمیں جو کچھ مانگنے کی تعلیم دے رہا ہے یقیناً وہ عطا بھی کرے گا۔ کسی شک و شبہے کے بغیر یہ اللہ کے وعدے ہیں۔

بعض مرکزی موضوعات

اب ہمارے سامنے سورت کا مکمل منظر ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ اس کا مرکزی موضوع انسانیت کے لیے گواہ کی حیثیت سے مسلم امت کے مشن کا تعین، اور اس کو پورا کرنے کے لیے جو باطنی، انفرادی اور اجتماعی اوصاف ضروری ہیں، ان سے متصف کرنا ہے۔ اگر ہم سورت کا زیادہ توجہ سے مطالعہ کریں تو دیکھیں گے کہ بعض موضوعات پوری سورت میں رچے بسے ہیں اور اس کی بنیاد اور جوہر ہیں۔ آیئے، ان پر ایک نظر ڈالیں۔

قلب کی مرکزیت

اوّل: سورت کا مرکزی موضوع معاشرہ ہے، لیکن البقرہ، قلب یا باطنی شخصیت یا فرد کو اپنے پورے بیان کے مرکز میں رکھتی ہے۔ کیوں کہ یہ قلب یا باطن ہی ہے، جو تمام قوتوں، نیز تمام باطنی امراض کی اصل اور پھر ان کا نتیجہ بھی ہے۔ یہ تمام کاموں میں کامیابی کی کلید ہے۔ بالآخر قلب ہی کو مشن کی تکمیل کی طاقت دی گئی ہے اور اس کا ذمہ دار قرار دیا گیا ہے۔ قرآن اپنے پیروکاروں کو جو کچھ کرنے کی تعلیم دیتا ہے اُس کا ذمہ دار قلب ہی ہے۔

دیکھیے، کچھ لوگ وہ ہیں جو اللہ کی بھیجی ہوئی ہدایت کا جان بوجھ کر انکار کرتے ہیں۔ اسی لیے اللہ نے اُن کے دلوں پر مہر لگا دی ہے (آیت:۷)۔ کچھ وہ ہیں جو نفاق کا شکار ہیں۔ اُن کے نفاق کی اصل وجہ یہ ہے کہ اُن کے دلوں میں مرض ہے (آیت:۱۰)۔ کچھ لوگ وہ ہیں جو بنی اسرائیل یا مسلمانوں کی طرح اپنے مشن کو ترک کر دیتے ہیں اور اللہ سے اپنے وعدے کو توڑ دیتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اُن کے دل سخت ہو جاتے ہیں، پتھروں کی طرح سخت، بلکہ سختی میں اس سے کچھ بڑھے ہوئے (آیت:۷۴)۔ جو اللہ کی نافرمانی کرتے ہیں وہ اس لیے نافرمانی کرتے ہیں کہ ان کے دلوں میں سنہرا بچھڑا ہی بسا ہوا ہے (آیت:۹۳)۔ اس لیے حق بات سے ان کے اندر کوئی تحریک پیدا نہیں ہوتی، وہ اس کے آگے نہیں جھکتے، یہ ان پر کوئی اثر نہیں کرتی۔ اسی طرح جو گواہی کو چھپاتا ہے، اس کا دل گناہ میں آلودہ ہے۔ (آیت ۲۸۳)

دوسری طرف جو ہدایت کے مستحق ہیں یا کتاب اللہ سے ہدایت پاتے ہیں، وہ متقین ہیں، اور غیب پر ایمان رکھتے ہیں (آیت ۲-۳)۔ غیب سے مراد وہ حقائق ہیں جو حواسِ انسانی سے پوشیدہ ہیں، جو انسانی احساسات کی پہنچ سے باہر ہیں، جو عقل، منطق، سائنس یا روحانی تجربات کے ذریعے حتمی ثبوت سے باہر ہیں جیسے اللہ، وحی، آخرت یا فرشتے۔ ان کے بارے میں شبہ کرنے کی ہر وقت گنجائش ہے۔ ایسے اَن دیکھے حقائق پر یقین، یعنی ایمان، صرف دل کا ہی فعل ہو سکتا ہے۔ اس لیے کہ دل ہی رسولؐ پر مکمل بھروسا کرتے ہوئے ایمان کی چھلانگ لگا سکتا ہے۔ ایمان دل ہی میں بسیرا کر سکتا ہے۔ سورہ بقرہ میں شروع سے آخر تک ہم رسولؐ پر مطلق اعتماد پر مبنی ایمان کا موضوع ہر جگہ دیکھتے ہیں۔ ایمان ہی وہ بندھن ہے جو معاشرے کو قریب لاتا ہے، جوڑتا ہے اور اس کو معنی و مقصد، سمت، قوت اور شناخت دیتا ہے۔

تقویٰ، ہدایتِ الٰہی کی شرط اور نتیجہ ہے۔ یہ سورت میں ایمان کے بعد پہلی بار آنے والا موضوع ہے۔ تقویٰ بھی دراصل دل کی صفت ہے۔ اس کی جڑ ایمان میں ہے۔ ایمان اللہ

کی صفات پر اور آخرت پر، یعنی اللہ سے ملاقات پر، اللہ کے سامنے جواب دہ ہونے پر۔ یہ ایمان ہی ہے جو تقویٰ کو برقرار رکھتا ہے اور نشوونما دیتا ہے۔ (دیکھیے آیات: ۲۱، ۴۸، ۶۳، ۱۷۳، ۱۷۷، ۱۲۳، ۱۹۴، ۱۹۶، ۲۰۳، ۲۲۳، ۲۳۱، ۲۳۳، ۲۸۱)

مراسم اور قوانین کی روح پر زور

دوم: سورت میں بڑی تعداد میں قانونی احکام دیے گئے ہیں اور مراسم بیان کیے گئے اور مکمل اطاعت کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ بار بار زور دیا گیا ہے کہ جو چیز واقعی مطلوب اور قیمتی ہے اور جو اللہ کے نزدیک مقبول ہے وہ ظاہری اور جسمانی، رسمی اور قانونی عمل کے پیچھے کام کرنے والا جذبہ اور کیفیت ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اس میں ظاہری مذہبیت، کھوکھلے دلوں پر مسلط نیکی اور نیم دلی سے اللہ کی راہ میں دی ہوئی زندگیوں کی اکثر مذمت کی گئی ہے۔

مثال کے طور پر قوانین و رسوم کے حصے کا آغاز کرتے ہوئے صاف صاف اعلان کیا گیا ہے کہ نیکی یہ نہیں ہے کہ تم اپنے چہرے مشرق یا مغرب کی طرف کر لو، بلکہ یہ ہے کہ اللہ کو اور ملائکہ کو اور اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب اور اس کے پیغمبروں کو دل سے مانو، اور اللہ کی محبت میں اپنے دل پسند مال، رشتہ داروں پر، یتیموں پر، مسافروں پر مدد کے لیے ہاتھ پھیلانے والوں پر اور غلاموں کی رہائی پر خرچ کرو، نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو، عہد کو وفا کرو، تنگی اور مصیبت کے وقت میں اور حق و باطل کی جنگ میں صبر کرو۔ یہی لوگ راست باز ہیں اور یہی لوگ متقی ہیں (آیت: ۱۷۷)۔ یہ سورت بتاتی ہے کہ نیکی یہ نہیں ہے کہ تم گھروں میں پچھلے دروازوں سے داخل ہو بلکہ نیکی یہ ہے کہ تقویٰ اختیار کرو۔ (آیت:۱۶۹)

اسی طرح سورت میں ایک طرف مسلمانوں کو بڑی اہمیت کے ساتھ ہدایت کی گئی ہے کہ نماز پڑھتے وقت مسجد نبویؐ کی طرف رخ کرو مگر دوسری طرف بتایا گیا ہے کہ ہر قوم کے

لیے ایک ایسی طبعی محسوس سمت ہوتی ہے۔ اور زور دیا گیا ہے کہ تمھیں اللہ کی نظروں میں جو چیز واقعی اہم اور ممتاز بناتی ہے وہ یہ نہیں ہے کہ اپنے چہرے کسی خاص سمت کی طرف کر لو بلکہ یہ ہے کہ نیک کاموں میں ایک دوسرے پر سبقت کرو۔ (آیت:۱۴۸)

اسی طرح ایک طرف تو مرکزی اہمیت کی ہدایات کی خلاف ورزی اور دوسری طرف مذہبیت کے اظہار کے لیے فروعی امور کی شدت سے پابندی کے رویّے پر سخت گرفت کی گئی ہے۔ مثال کے طور پر جان و مال کے تقدس کی بنیادی اہمیت ہے، مگر "تمھارا حال یہ ہے کہ ایک دوسرے کو قتل کر رہے ہو اور اپنے ہی لوگوں کو ان کے گھروں سے بے گھر کر رہے ہو"۔ اور پھر اگر وہ تمھارے پاس قیدی کی حیثیت سے آتے ہیں تو تم ان سے فدیے کا لین دین کرتے ہو؟ تمھارا کیا حال ہے؟ تم کتاب کے ایک حصّے پر ایمان لاتے ہو اور دوسرے حصّے کا انکار کرتے ہو۔ اور جو لوگ ایسا کریں ان کی سزا اس کے علاوہ کیا ہو سکتی ہے کہ دنیوی زندگی میں ذلیل و خوار ہوں اور آخرت میں شدید عذاب کی طرف پھیر دیے جائیں۔ (آیات:۸۳،۸۵)

اسی طرح حرام مہینے میں لڑنے کو قابلِ نفرت جرم بتایا گیا ہے لیکن اعلان کیا گیا ہے کہ اس سے بھی زیادہ قابلِ نفرت جرم راہِ خدا سے لوگوں کو روکنا، اللہ کا انکار کرنا، مسجد حرام کو خدا پرستوں پر بند کرنا اور حرم کے رہنے والوں کو وہاں سے نکالنا ہے۔ یہ اللہ کی نظروں میں اس سے کہیں زیادہ قابلِ نفرت گناہ ہے (آیات:۱۹۳، ۲۱۷)۔ لڑنا اور قتل کرنا قابلِ مذمت ہے لیکن فتنہ، خون ریزی سے شدید تر جرم ہے (آیات: ۱۹۳، ۲۱۷)۔ مزید یہ کہ اگر تمھیں لڑنا پڑے تو انصاف اور نیکی کی حدود کو بھی پار نہ کرو، اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ (آیت:۱۹۰)

معروف مذہب اور فرقہ واریت

سوم: یہ سورت اس عام غلط فہمی کی بھی سختی سے تردید کرتی ہے کہ کسی کے ایمان اور

عمل صالح کے علی الرغم محض کسی معروف مذہب یا فرقے سے وابستگی، کسی شخص کی اُخروی نجات کی ضامن ہے۔ یہ بار بار اعلان کرتی ہے کہ کسی معروف مذہب کا محض لیبل یعنی یہودی، عیسائی یا مسلمان بھی ہو جانا اللہ کی نظروں میں کوئی قدر و قیمت نہیں رکھتا۔ اس لیے خواہ کوئی فرد ہو یا گروہ، اللہ تعالیٰ جس معیار پر ان کا فیصلہ کرے گا اور جزا دے گا وہ ان کے ایمان کی سچائی، اللہ تعالیٰ کے آگے مکمل پُرخلوص سپردگی اور اطاعت اور ان کی خدا ترسی اور نیک زندگی ہے۔

بعض اوقات کچھ لوگ اپنے مذہب یا فرقے کے لیبل کی بنیاد پر جنت پر اپنا خصوصی حق جتاتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں: کوئی بھی جنت میں داخل نہ ہوگا اِلّا یہ کہ وہ یہودی یا عیسائی ہو۔ قرآن ایسے دعوؤں کی تردید کرتا ہے: یہ ان کی خالی خولی خواہشات ہیں۔ پھر وہ انھیں چیلنج کرتا ہے اور ان کے خلاف استدلال کرتا ہے: اگر تم سچے ہو تو اپنا ثبوت لاؤ۔ اور آخر میں واضح طور پر فیصلے کے اصل اصول کا اعلان کرتا ہے: جو بھی اپنی ہستی کو اللہ کی اطاعت میں مکمل طور پر سونپ دے اور نیک روش پر چلے، اللہ کے اجر کا مستحق ہوگا۔ (آیات:۱۱۱، ۱۱۲)

بعض اوقات کچھ لوگ صحیح راستے پر ہونے کا خصوصی دعویٰ کرتے ہیں، جیسے کسی خاص مذہب سے وابستہ ہونا ہی، کسی کے صحیح راستے پر ہونے کی ضمانت ہے۔ یہودی ہو جاؤ یا عیسائی، تو تم راہِ راست پر ہو گے (آیت:۱۳۵)۔ اس غلط فہمی کو بھی ختم کر دیا گیا ہے: ان سے کہو نہیں بلکہ سب کو چھوڑ کر ابراہیمؑ کا طریقہ اختیار کرو اور ابراہیمؑ مشرکوں میں سے نہ تھا (آیت:۱۳۵)۔ یہی صحیح راہ پر ہونے کی علامت ہے۔

عام طور پر یہ بھی سمجھا جاتا ہے کہ اگر "منتخب گروہ" سے متعلق کوئی فرد آگ میں ڈالا بھی گیا تو یہ تھوڑی دیر کے لیے ہوگا تاکہ اسے پاک کر دیا جائے اور بعد میں باہر نکال لیا جائے۔ قرآن یہودیوں کے اس دعوے کی تردید کرتا ہے: کیا تم نے اللہ سے کوئی عہد لے لیا ہے جس کی وہ خلاف ورزی نہیں کر سکتا...... جو بھی بدی کمائے گا اور اپنی خطا کاری کے چکر میں

پڑا رہے گا وہ دوزخی ہے اور دوزخ میں رہے گا۔ اور جو لوگ ایمان لائیں وہ جنتی ہیں اور جنت میں رہیں گے۔ (آیت: ۸۰)

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ پہلے آنے والے نبیوں پر بھی وہی لیبل لگے تھے جو ان پر لگے ہیں۔ کیا تمھارا کہنا یہ ہے کہ ابراہیم' اسماعیل' اسحاق اور یعقوب علیہم السلام اور اولاد یعقوب سب کے سب یہودی تھے یا نصرانی تھے۔ کہو تم بہتر جانتے ہو یا اللہ؟ (آیت: ۱۴۰)۔ یہ بات بھی واضح کر دی گئی ہے کہ ایمان کے پھل ایک نسل سے دوسری نسل کو بطور وراثت منتقل نہیں کیے جا سکتے۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کو انسانیت کا امام مقرر کیا تو انھوں نے پوچھا: کیا میری اولاد سے بھی وعدہ ہے؟ تو اللہ نے جواب دیا: میرا وعدہ ظالموں سے متعلق نہیں ہے۔ آگے چل کر تصدیق کی گئی: وہ کچھ لوگ تھے جو گزر گئے۔ جو کچھ انھوں نے کمایا' وہ انھی کے لیے تھا' اور جو کچھ تم نے کمایا وہ تمھارے لیے ہے۔ تم سے یہ نہ پوچھا جائے گا کہ وہ کیا کرتے تھے۔ (آیت ۱۳۴)

ایک امّت کو قیامت تک کے لیے خدا کی طرف سے یہ مشن سپرد کرتے ہوئے ان تمام ہدایات کی غیر معمولی اہمیت کو سمجھنا مشکل نہ ہونا چاہیے۔

امّت کے عروج وزوال کا راز

چہارم: مختلف مقامات پر یہ واضح کیا گیا ہے کہ عروج وزوال' ترقی یا پس ماندگی' قوت یا ضعف' عزت یا ذلت جو بھی امّت مسلمہ کا مقدر ٹھہرتا ہے وہ کلیۃً اس بات پر منحصر ہوتا ہے کہ انھوں نے خدا کی کتاب اور جو ہدایت انھیں دی گئی ہے' اس کے ساتھ کیا طرزِ عمل اختیار کیا ہے اور اس کتاب کے بارے میں جو عہد انھوں نے کیا ہے اور جو مشن ان کے سپرد کیا گیا ہے' اس سے کس طرح عہدہ برآ ہوئے ہیں۔ مسلمانوں سے بھی وہی مطالبہ ہے جو بنی اسرائیل سے تھا۔ تم اپنا عہد میرے ساتھ پورا کرو' اور میں تمھارے ساتھ اپنا عہد پورا کروں گا۔ (آیت: ۴۰)

بنی اسرائیل کی قسمت میں ذلت و مسکنت لکھی گئی کیونکہ انھوں نے اللہ کے پیغامات کا انکار کیا' اس کے رسولوں کو قتل کیا' اس سے سرکشی اختیار کی اور اس کی مقرر کردہ حدود کو مسلسل پامال کیا (آیت: ۶۱)۔ مسلمانوں کا بھی یہی انجام کیوں نہ ہو اگر وہ بھی یہی رویہ اختیار کریں۔ اس بارے میں اللہ کا قانون آیات ۱۵۹ تا ۱۶۱ میں صاف صاف درج کر دیا گیا ہے۔

آسان راستہ

پنجم: بار بار اس بات پر زور دیا گیا ہے اور واضح کر کے بتایا گیا ہے کہ اسلام کا راستہ آسان راستہ ہے۔ قرآن کا یا شریعت کا کوئی مطالبہ انسان کی طاقت اور صلاحیت سے باہر نہیں ہے۔ اللہ کسی پر اس کی مقدرت سے بڑھ کر ذمہ داری کا بوجھ نہیں ڈالتا (آیت: ۲۸۶)۔ اللہ تمھارے ساتھ نرمی کرنا چاہتا ہے سختی کرنا نہیں چاہتا (آیت: ۱۸۵)۔ تمام احکام میں اس اصول کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ مثال کے طور پر رمضان کی راتوں میں کھانے پینے اور مباشرت کی اجازت دی گئی ہے۔ حج کے سفر میں کاروبار اور تجارت کی اجازت ہے۔ بیمار اور مسافر کو روزے سے رخصت دی گئی ہے۔ باہمی رضامندی عائلی زندگی میں لازم کی گئی ہے۔

یہ پہلو شریعت کے اس کلیدی اصول کی بنیاد ہے جسے آغاز میں بیان کر دیا گیا ہے۔ سب چیزیں مباح ہیں یعنی ان کی اجازت دی گئی ہے' سوائے ان کے جن کی واضح طور پر ممانعت کر دی گئی ہے۔

فرد کو بااختیار بنانا

ششم: سورت میں زندگی کے ہر دائرے کے بارے میں کافی احکامات دیے گئے

جہاد

آخری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس اُمّت کو جو مشن دیا ہے اس کو پورا کرنے کے لیے جہاد یعنی اپنی جانیں اللہ کی راہ میں دینے اور انفاق یعنی مال و دولت اللہ کی راہ میں صَرف کرنے اور اس مقصد کے لیے جو بھی قربانیاں مطلوب ہیں، انھیں پیش کرنے پر زور دیا گیا ہے۔

اس مقصد اور نصب العین سے وابستگی اور اس کے حصول کے لیے دل وجان سے اور یکسو ہو کر سرگرمی سے جدوجُہد کرنے سے ہی اُمّت مُسلمہ کو اس دنیا میں ترقی، عزت اور وقار اور آخرت میں جنت کی ضمانت مل سکتی ہے۔

OOO

ہیں لیکن یہ بات اہم ہے کہ کسی بھی جگہ ان احکامات کی خلاف ورزی پر کوئی متعین سزا نہیں بتائی گئی ہے۔ قرآن کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بجائے ایک دوسرا نقطۂ نظر اختیار کیا گیا ہے۔ جہاں بھی کوئی حکم بیان کیا گیا ہے، قرآن دل کو خطاب کرتا ہے، اس کو زندگی دیتا ہے اور اس کو اطاعت کا ذمہ دار قرار دیتا ہے۔ یہ قلوب واذہان کو اللہ کے شعور سے بھر دیتا ہے: یہ شعور کہ ہم مکمل طور پر اس کے محتاج ہیں، وہ ہر وقت ہمارے ساتھ ہے، دیکھ رہا ہے، سن رہا ہے، اس کی طرف ہم کو واپس جانا ہے، ہمیں اس کو پورا حساب دینا ہے کہ ہم نے زندگی کیسے گزاری، اور اسی کے فیصلے پر ہماری نجات کا انحصار ہے۔

اس طرح قرآن کا یہ طریقہ واضح ہو جاتا ہے کہ فرد کو ذمہ دار بنایا جائے، اور جو کچھ اس سے کرنے کا مطالبہ ہے، اس کا اسے اختیار دیا جائے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی مرضی اور اس کے احکام کی پابندی کے لیے سزا کے بجائے اس کے اندرونی ضمیر پر بھروسا کرتا ہے۔

اجتماعی زندگی

ہفتم: پوری سورت میں ایک مضبوط اور مربوط اجتماعی زندگی اختیار کرنے پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے۔ وہ اس زندگی کے تقاضوں کو بھی عبادات سے مربوط کر دیتا ہے۔ مثال کے طور پر، روزے کے بارے میں تفصیلی احکامات کے فوراً بعد وہ یہ کہتا ہے: اور تم لوگ نہ تو آپس میں ایک دوسرے کے مال ناروا طریقے سے کھاؤ اور نہ حاکموں کے آگے ان کو اس غرض کے لیے پیش کرو کہ تمھیں دوسروں کے مال کا حصہ قصداً ظالمانہ طریقے سے کھانے کا موقع مل جائے۔ (آیت:۱۸۸)

اس سے بھی زیادہ اہم بات یہ ہے کہ حقوق العباد کے معاملے میں کوئی رعایت نہیں، جیسا کہ ممنوعہ غذائی اشیا یا فرض عبادات کے ضمن میں ہے۔

مزید مطالعے کے لیے

وہ حضرات جو مکمل سورۃ البقرہ کا تفصیل سے مطالعہ کرنا چاہتے ہیں' ان کے لیے درج ذیل کتب کا مطالعہ مفید رہے گا۔

عربی اور اُردو کی تفاسیر کے علاوہ بعض انگریزی کتب کو بھی شامل کیا گیا ہے۔

قرآن کا مطالعہ کیسے کیا جائے؟

۱- قرآن کا راستہ ، خرم مراد' ترجمہ: مسلم سجاد' منشورات' منصورہ' ملتان روڈ' لاہور- ۵۴۷۹۰ پاکستان (اصل انگریزی کتاب بھی دستیاب ہے)۔

سورۂ بقرہ کے مطالعے کے لیے:

۲- تفہیم القرآن ، جلد اوّل' سید ابوالاعلیٰ مودودی' ادارہ ترجمان القرآن' اُردو بازار' لاہور۔

۳- The Quran and Its Interpreters' جلد اوّل' محمود ایم ایوب' اسٹیٹ یونی ورسٹی آف نیویارک پریس' البانی نیویارک' امریکا۔

کلاسیکی مفسرین کی عہد بہ عہد سورۂ بقرہ کی تفسیر: کلاسیکی حوالے کی ایک بہترین کتاب۔ معروف مفسرین میں ابن جریر طبریؒ (م:۳۱۰ھ/ ۹۲۳ء)' ابن کثیر (م: ۷۷۴ھ/۱۳۷۳ء)' واحدی (م:۴۶۸ھ/۱۰۷۶ء) کی اسباب نزول قرآن' اور قرطبی (م:۷۷۴ھ/۱۲۷۳ء)' عقلی مفسرین میں زمخشری (م:۵۳۸ھ/۱۱۴۴ء) کی الکشاف' رازی (م:۶۰۶ھ/۱۲۰۹ء) کی التفسیر الکبیر' صوفیا میں ابن عربی (م:۶۳۸ھ/۱۲۴۰ء) کی احکام القرآن اور نیشاپوری (م:۷۲۸ھ/ ۱۳۲۷ء)' شیعہ میں قمی (م:۳۲۸ھ/۹۳۹ء) کی مجمع البیان لعلوم القرآن اور ابن حسن طبرسی (م: ۵۴۸ھ/ ۱۱۵۳ء) اور عہد حاضر کے سید قطب (م:۱۳۸۶ھ/۱۹۶۶ء)

۴- ترجمان القرآن ' جلد دوم' ابوالکلام آزاد' ترجمہ و تدوین: سید عبداللطیف' ایشیا پبلشنگ ہاؤس' دہلی' بھارت۔

مختصر تبصرے کے ساتھ تشریحی ترجمہ' کچھ مفید نکات سامنے لاتی ہے' اس کے ساتھ ساتھ فہم قرآن کے لیے طریق کار کی وضاحت کرتی ہے۔

۵- تفسیر القرآن، جلد اوّل' عبدالماجد دریابادی۔ اکیڈمی برائے اسلامک ریسرچ اینڈ پبلی کیشنز' لکھنؤ' بھارت۔

ایک بہت مفید مختصر تفسیر۔ بائبل اور کلاسیکی مفسرین' بالخصوص مولانا اشرف علی تھانوی کی بیان القرآن کے بکثرت حوالے۔ انگریزی میں بھی دستیاب ہے۔

۶- فوائد موضح الفرقان تفسیر عثمانی ۔ترجمہ محمود الحسن اور تفسیر شبیر احمد عثمانی۔ مجمع الملک فہد' مدینہ' سعودی عرب۔

ایک بہت مفید مختصر تفسیر۔ ترجمہ شاہ عبدالقادر کی کلاسیکی کاوش پر مبنی ہے۔

۷- تدبر قرآن ، جلد اوّل' امین احسن اصلاحی' فرقان فاؤنڈیشن' لاہور' پاکستان۔

ایک مفصل تفسیر جو قرآن کی تفسیر زیادہ تر قرآن سے کرتی ہے' کچھ بلیغ نکات سامنے

لاتی ہے، بہت ہی مفید۔

۸- تفسیر القرآن العظیم، جلد اوّل' عماد الدین ابن کثیر' دار الفکر' بیروت۔ معروف عربی کلاسیکی تفسیر۔ اردو ترجمہ تفسیر ابن کثیر' اسلامی کتب خانہ اردو بازار کراچی۔

۹- الجامع لاحکام القرآن، جلد اوّل' محمد القرطبی۔ دار الکتاب العربی' قاہرہ۔ عربی میں ایک جامع تفسیر۔

۱۰- فی ظلال القرآن، جلد اوّل' سید قطب۔ ترجمہ: سید معروف شیرازی۔ منشورات اسلامی' لاہور۔ وسیع پیمانے پر پڑھی جانے والی عصری تفسیر جو خاص طور پر قرآن کے ادبی اور تحریکی پہلو کو اُجاگر کرتی ہے۔

پیغام قرآن سیریز

خرم مراد آپ کے دل پر دستک دیتے ہیں اور آپ کے رب کا پیغام آپ تک پہنچاتے ہیں۔

● قرآن کا پیغام

امت مسلمہ کے لیے عروج و سربلندی کا ایک ہی راستہ ہے: رجوع الی اللہ اور اس کے لیے قرآن سے تعلق ناگزیر ہے۔ قرآن کا پیغام: آؤ قرآن کی طرف! صفحات 24 قیمت 6

● عہد وفا اور وفائے عہد

ایمان لا کر اللہ تعالیٰ سے جو عہد کیا ہے اسے وفا کرنے کے کیا تقاضے ہیں؟ صفحات: 32 قیمت 6

● تربیت کی مرحلی منزل

سورۃ المزمل کے درس کے حوالے سے اقامت دین کی جدوجہد میں مصروف آج کے لوگوں کے لیے کام کی باتیں صفحات: 48 قیمت 7/50

● محبت کی نشان راہ

سورۃ الضحیٰ کے درس کے حوالے سے رسول اللہ ﷺ آنے والے مراحل دعوت کا بیان اور آج امت مسلمہ کے لیے راہنمائی صفحات: 32 قیمت 6

● شب قدر کی عظمت

ہزاروں مہینوں سے خیر و برکت والی اس رات کی حقیقی عظمت یہ ہے کہ اس میں قرآن عظیم نازل ہوا۔ صفحات: 24 قیمت 6

● دور فتن میں راہ عمل

اصحاب کہف کے واقعے سے لے کر حضرت موسیٰ اور ذوالقرنین کے واقعے تک ہر ایک میں وہ اشارے موجود ہیں جن کو اگر آدمی پڑھ کر ان پر عمل پیرا ہو جائے تو آج کے دور کے بہت سارے فتنوں کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔ صفحات: 24 قیمت 6

مزید تفصیلات کے لیے ہماری فہرست طلب کریں

نقد یا ڈرافٹ کے ساتھ آرڈر دیں یا وی پی طلب کریں

منشورات

لاہور: منصورہ ملتان روڈ۔ 54790' فون: 543 4909' 542 5356 فیکس: 543 2194

کراچی: ... فون: 021-496 7661

اسلام آباد: ... فون: 051-226 1356

manshurat@hotmail.com

00087/15